فَسْئَلُوٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

"تو پوچھ لیا کرو ان سے جو جانتے ہیں، اگر تم نہیں جانتے" (ترجمہ شیخ الہندؒ)

آپ کے شرعی مسائل کا حل

فتاویٰ یسئلونک دارالافتاء والارشاد

الباقیات الصالحات فاؤنڈیشن رجسٹرڈ

رئیس دارالافتاء حضرت مفتی احسان اللہ شائق

شمارہ 104 | جمعۃ المبارک 13 رجب المرجب 1442ھ 26 فروری 2021ء

اس شمارے میں شامل فتاویٰ جات

- اذان و اقامت کی تکبیر میں راء پر پیش پڑھنا غلط ہے
- مسئلہ طلاق
- ایزی لوڈ اور ایزی پیسہ کا کاروبار کرنا
- دودھ چھڑانے کی عمر
- تجربہ کار سے مشورہ کرنا

سوال ارسال کرنے کے طریقے

- سوالات تحریری صورت میں متعین سوالنامے پر بالمشافہ جمع کروائیں۔
- ask@yasalunak.com پر برقی مراسلے (ای میل) کی صورت میں ارسال کریں۔
- www.yasalunak.com پر موجود سوالنامے کے ذریعے ارسال کریں۔
- 0333-9206874 پر مکمل نام کے ساتھ واٹس ایپ کریں۔

دارالافتاء والارشاد، الباقیات الصالحات فاؤنڈیشن رجسٹرڈ، فقہ اکیڈمی C-335 بلاک 1، گلستان جوہر، کراچی

اذان واقامت کی تکبیر میں راء پر پیش پڑھنا غلط ہے

سوال: ہم جو اقامت کہتے ہیں اللہُ اکبرُاللہُ اکبر تو کیا یہ راء کے جزم کے ساتھ صحیح ہے، یا راء کے پیش کے ساتھ اللہُ اکبرُاللہُ اکبر تو کہنا صحیح ہے، یا راء کے پیش کے ساتھ اسم اللہ کو ملا کر اللہُ اکبرُاللہُ اکبر تو کہنا صحیح ہے، ان تینوں میں سے کون سا صحیح ہے؟ اور اگر یہ غلط ہوں تو کیا ان کے معنی میں کوئی تبدیلی وغیرہ آجاتی ہے یا نہیں؟

جواب: اذان میں ہر دو تکبیروں میں سے پہلی تکبیر اور اقامت میں پہلی تین تکبیروں کی راء کو مضموم (تکبیر پر پیش) پڑھنا خلاف سنت ہے، اس لیے پیش کے ساتھ پڑھنا درست نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ اس کو ساکن پڑھا جائے اور اگر مفتوح پڑھ کر دوسری تکبیر کے ساتھ ملایا جائے، تب بھی درست ہے۔ البتہ اس سے معنی میں فرق نہیں آتا۔

مطلب فی الکلام علی حدیث «الأذان جزم» وفی الإمداد: ویجزم الراء أی یسکنها فی التکبیر... قلت: والحاصل أن التکبیرة الثانیة فی الأذان ساکنة الراء للوقف ورفعها خطأ، وأما التکبیرة الأولی من کل تکبیرتین منه وجمیع تکبیرات الإقامة، فقیل محرکة الراء بالفتحة علی نیة الوقف، وقیل بالضمة إعرابا، وقیل ساکنة بلا حرکة علی ما هو ظاهر کلام الإمداد والزیلعی والبدائع وجماعة من الشافعیة... ثم رأیت لسیدی عبد الغنی رسالة فی هذه المسألة سماها تصدیق من أخبر بفتح راء الله أکبر أکثر فیها النقل. وحاصلها أن السنة أن یسکن الراء من «الله أکبر» الأول أو یصلها ب «الله أکبر» الثانیة، فإن سکنها کفی وإن وصلها نوی السکون فحرك الراء بالفتحة، فإن ضمها خالف السنة؛ لأن طلب الوقف علی «أکبر» الأول صیره کالساکن أصالة فحرك بالفتح (حاشیة ابن عابدین، ۱/۳۸۶)

مسئلہ طلاق

سوال: ایک آدمی نے غصے میں آکر اپنی زوجہ کو طلاق دی ہے، اب زوج دو طلاق کا اقرار کرتا ہے اور زوج کی والدہ مع ایک شاہد کے بھی دو طلاق کی اقراری ہیں، اور بیوی ایک طلاق کی اقراری ہے، جبکہ اور شاہد جو وہاں موجود تھے، وہ مختلف بیانیہ کر رہے ہیں، مثلاً ایک تین طلاق کا، دوسرا چار طلاق کا، تیسرا پانچ یا چھ کا، جب کہ مذکورہ شاہدوں کی زوج کے گھر والوں کے ساتھ ذاتی رنجش بھی ہے، اب سسر بضد ہے کہ نکاح ٹوٹ گیا ہے۔ لہذا اب کس کی بات کا اعتبار ہوگا؟ بمع حوالہ کے جواب عنایت فرمائیں تو آپ کا احسان ہوگا۔

جواب: صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص اگر دو طلاق کا اقرار کر رہا ہے اور اس کی بیوی دو سے زیادہ طلاق کا دعوی نہیں کر رہی اور مذکورہ شخص نے طلاق کے صریح الفاظ کے ساتھ طلاق دی ہے، تو ایسی صورت میں مذکورہ شخص کی بیوی پر دو طلاقیں واقع ہوں گی اور گواہوں کے بیان میں اختلاف کی وجہ سے ان کی گواہی معتبر نہیں ہوگی۔ لہذا مذکورہ شخص کی بیوی پر دو طلاقیں واقع ہو چکی ہیں عدت یعنی تین ماہواری کے درمیان رجوع جائز ہے کہ یا تو وہ دو گواہوں کے سامنے یہ کہہ دے کہ میں نے اپنی بیوی سے رجوع کیا یا اس کے ساتھ میاں بیوی والے تعلقات قائم کر لے اور اگر عدت (یعنی تین ماہواری) گزر گئی ہے، تو اب نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کر لیں۔ رجوع یا نکاح کے بعد مذکورہ شخص کو صرف ایک طلاق کا حق ہوگا۔

وإذا طلق الرجل امرأته تطلیقة رجعیة أو تطلیقتین فله أن یراجعها فی عدتها رضیت بذلك أو لم ترض کذا فی الهدایة. (الفتاوی الهندیة، ۱/۴۷۰)

(ولو شهد أحدهما بالنکاح والآخر بالتزویج قبلت) لاتحاد معناهما (کذا الهبة والعطیة ونحوهما. ولو شهد أحدهما بألف والآخر بألفین أو مائة ومائتین أو طلقة وطلقتین أو ثلاث ردت) لاختلاف المعنیین (کما لو ادعی غصبا أو قتلا فشهد أحدهما به والآخر بالإقرار به) لم تقبل، ولو شهدا بالإقرار به قبلت. (الدر المختار وحاشیة ابن عابدین/رد المحتار، ۵/۴۹۴)

شهد أحدهما بألف والآخر بألفین لم تقبل بشیء عند أبی حنیفة - رحمه الله تعالی -وعندهما تقبل علی الألف إذا کان المدعی یدعی الألفین، وعلی هذا المائة والمائتان والطلقة والطلقتان

والطلقة والثلاث، كذا في الهداية. والصحيح قول أبي حنيفة - رحمه الله تعالى - كذا في المضمرات. (الفتاوى الهندية، ۳/۵۰۳)

ایزی لوڈ اور ایزی پیسہ کا کاروبار کرنا

سوال: عرض یہ ہے کہ ایزی لوڈ اور ایزی پیسہ کی دکان کھولنا اور کاروبار کرنا کیسا ہے؟

جواب: ایزی لوڈ اور ایزی پیسہ کی دکان کھولنا اور کاروبار کرنا جائز ہے۔ ان دونوں معاملوں کی فقہی تکییف درجِ ذیل ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ایزی لوڈ کرنے کی صورت یہ ہے کہ دوکان دار کمپنی سے لوڈ خرید کر آگے اپنے گاہکوں کو بیچتا ہے، اس معاملے کی فقہی تکییف یہ ہے کہ لوڈ جو کہ ایک منفعت ہے اب بمنزلہ مال بن چکا ہے، کیونکہ عرف عام میں اس کو مال سمجھا جانے لگا ہے، اور اس پر قبضہ بھی ہو جاتا ہے، کیونکہ جب کمپنی نے دوکان دار اور لوڈ کے درمیان تخلیہ کر کے اس کو استعمال کرنے کی اجازت دے دی تو آگے بیچنے کے لیے یہ حکمی قبضہ ہی کافی ہے۔

(۲) رقم بھیجنے کے لیے ایزی پیسہ کے کاروبار کرنے میں فقہی اعتبار سے دو معاملات وجود میں آتے ہیں۔ پہلا یہ کہ: گاہک رقم بھیجنے والا جو رقم کمپنی کے پاس جمع کرواتا ہے، یہ کمپنی کے پاس قرض ہے جو بغیر کسی کمی زیادتی کے دوسری جگہ اس کا نائب اسے وصول کرتا ہے۔ دوسرا یہ کہ: کمپنی فارم بھرنے، ریکارڈ تیار کرنے اور دیگر مختلف خدمات کے سلسلے میں کمپنی رقم بھیجنے والے سے اجرت وصول کرتی ہے، لہٰذا اصل رقم کے اعتبار سے یہ معاملہ قرض ہے اور اجرت کے اعتبار سے اجارہ ہے اور دونوں عقد اپنی اپنی شرائط پائے جانے اور کوئی مانع نہ ہونے کی بناء پر شرعاً درست ہیں۔ اور کاروبار کرنا جائز ہے۔

(۱) ومن المناسب قبل أن نتقدم أن نحرر ما تحصل مما سبق من النصوص الفقهية، وهي أمور: إن تعريف البيع أمر اختلف فيه الفقهاء، فالشافعية والحنابلة لا يشترطون في المبيع أن يكون عينا، بل يجوزون بيع المنافع المؤبدة. وكذلك يظهر من بعض فروع المالكية. إن الحنفية وإن اشترطوا في البيع أن يكون المبيع عينا، ولكنهم أجازوا بيع حق المرور، وعللوا ذلك بأنه حق يتعلق بعين، فأخذ حكمه في جواز البيع. ويظهر من ذلك أن الحقوق المتعلقة بالأعيان حكمها عند الحنفية حكم الأعيان، فيجوز بيعها ما لم يكن هناك مانع آخر من البيع، مثل الغرر أو الجهالة. إن الحقوق التي لا تتعلق بالأعيان، مثل حق التعلي، لا يجوز بيعها عند الحنفية، ولكن يجوز الاعتياض عنها بطريق الصلح على ما ذكره بعضهم. وفي ضوء هذه النقاط الأربعة نستطيع أن نقول: إن بيع هذا النوع من الحقوق العرفية، وهو حق الانتفاع بالأعيان جائز عند الأئمة الثلاثة الحجازيين، وإنما منعه الحنفية، فقالوا: لا يجوز الاعتياض عن الحقوق المجردة، ولكن هذا الحكم عندهم ليس بهذا العموم الذي يتوهم من لفظه، بل استثنى منه الفقهاء بعض الحقوق التي تتعلق بالأعيان. وإن للعرف مجالا في إدراج بعض الأشياء في الأموال، فإن المالية كما يقول ابن عابدين رحمه الله، تثبت بتمول الناس. فلو كانت بعض الحقوق تعتبر في العرف أموالا متقومة، وتعامل بها الناس تعامل الأموال، ينبغي أن يجوز بيعها عندهم أيضا بشروط آتية: أن يكون الحق ثابتا في الحال، لا متوقعا في المستقبل. أن يكون الحق ثابتا لصاحبه أصالة، لا لدفع الضرر عنه فقط. أن يكون الحق قابلا للانتقال من واحد إلى آخر. أن يكون الحق منضبطا بالضبط، ولا يستلزم غررا أو جهالة. أن يكون في عرف التجار يسلك به مسلك الأعيان والأموال في تداولها. (بحوث في قضايا فقهية معاصرة- ۱/۹۹)

والقول المختار عند المتأخرين من الحنفية أن ما كان من هذه الحقوق متعلقا بالأعيان الثابتة، فهو مال حكما، يجوز بيعه وشراؤه، مثل حق المرور، وحق الشرب، وحق التسييل، بشرط أن لا يكون هناك مانع آخر من جواز البيع، كالغرر والجهالة. ولا يجوز بيع حق التعلي عندهم، لأنه ليس متعلقا بعين ثابتة. ولكنه يجوز التنازل عنه بمال عن طريق الصلح، كما صرح به

الأتاسی. (بحوث فی قضایا فقهیة معاصرة، ۱/۱۱۷)

دودھ چھڑانے کی عمر

سوال: سوال یہ ہے کہ بچی اسلامی کلینڈر کے حساب سے بیس یا چوبیس جنوری کو دو سال کی ہوتی ہے، جبکہ کہ شمسی کلینڈر کے لحاظ سے ۱۴ فروری کو دو سال کی ہوتی ہے۔ اس کا دودھ چھڑانے کی کوشش کی جاتی ہے، لیکن طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے اس پر زور زبردستی نہیں کی گئی، جس کی وجہ سے اس کو دوبارہ دودھ لگا دیا گیا۔ اب اس بچی کو دودھ چھڑانے کی کوشش پھر سے کی جارہی ہے، لیکن اس میں بہت زیادہ وقت درکار ہے۔ سوال یہ ہے کہ بچہ کب تک دودھ پی سکتا ہے اور اس میں گناہ لازم ہوگا یا نہیں؟

جواب: بچہ یا بچی کو دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے، دو سال پورے ہونے پر دودھ چھڑا دینا لازم ہے۔ البتہ بچہ کمزور ہو یا کوئی بیماری ہو، دودھ چھڑانے سے بچہ کی صحت پر برا اثر پڑتا ہو اور ماں کے پاس اس کی متبادل صورت اختیار کرنے کی طاقت نہ ہو تو ڈھائی سال تک بھی دودھ پلایا جاسکتا ہے۔ صورتِ مسئولہ میں اگر بچی کمزور ہے اور دودھ چھڑانے کی صورت میں بچی کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے، تو ڈھائی سال کے اندر اندر دودھ پلایا جاسکتا ہے، ڈھائی سال پورے ہونے کے بعد دودھ پلانا جائز نہیں۔ کوشش کرکے جلد از جلد بچی کا دودھ چھڑا دیا جائے۔

باب الرضاع (هو) لغةً بفتح و کسر: مص الثدی. وشرعاً: (مص من ثدی آدمیة) ولو بكراً أو میتةً أو آیسةً، وألحق بالمص الوجور والسعوط (فی وقت مخصوص) هو (حولان ونصف عنده وحولان فقط (عندهما، وهو الأصح) فتح، وبه یفتی كما فی تصحیح القدوری عن العون، لكن فی الجوهرة أنه فی الحولین ونصف، ولو بعد الفطام محرم وعلیه الفتوى.

(قوله: لكن إلخ) استدراك علی قوله: وبه یفتی. وحاصله أنهما قولان، أفتی بكل منهما ط ... (قوله: والأصح أن العبرة لقوة الدلیل) قال فی البحر: ولا یخفی قوة دلیلهما، فإن قوله تعالی: {والوالدات یرضعن} [البقرة: ۲۳۳] الآیة یدل علی أنه لا رضاع بعد التمام. وأما قوله تعالی: {فإن أرادا فصالاً عن تراض منهما} [البقرة: ۲۳۳] فإن ما هو قبل الحولین بدلیل تقییده بالتراضی والتشاور، وبعدهما لا یحتاج إلیهما. وأما استدلال صاحب الهدایة للإمام وقوله تعالی: {وحمله وفصاله ثلاثون شهراً} [الأحقاف: ۱۵] بناء علی أن المدة لكل منهما كما مر، فقد رجع إلی الحق فی باب ثبوت النسب من أن الثلاثین لهما للحمل ستة أشهر والعامان للفصال. اهـ (الدر المختار وحاشیة ابن عابدین/ رد المحتار، ۳/۲۰۹)

(قوله ولم یبح الإرضاع بعد مدته) اقتصر علیه الزیلعی، وهو الصحیح كما فی شرح المنظومة بحر، لكن فی القهستانی عن المحیط: لو استغنی فی حولین حل الإرضاع بعدهما إلی نصف ولا تأثم عند العامة خلافا لخلف بن أیوب اهـ ونقل أیضا قبله عن إجارة القاعدی أنه واجب إلی الاستغناء، ومستحب إلی حولین، وجائز إلی حولین ونصف اهـ. (الدر المختار وحاشیة ابن عابدین/ رد المحتار، ۳/۲۱۱)

تجربہ کار سے مشورہ کرنا

سوال: ”مشورہ سمجھ دار سے نہیں، تجربہ کار سے کرو۔“ کیا یہ حدیث ہے؟ اس حوالے سے رہنمائی فرمائیں۔

جواب: سائل نے جس قول کے بارے میں سوال کیا ہے، یہ کوئی حدیث نہیں ہے، بلکہ ایک عربی مقولہ ہے: سل المجرب ولا تسئل الحكیم. یعنی سوال اور مشورہ تجربہ کار سے کرو، حکیم، دانا اور سمجھ دار سے نہیں۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ چونکہ محض سمجھ داری اور عقل مندی سے کوئی شخص صائب الرائے یعنی درست رائے والا نہیں بن جاتا، اس لیے اس سے مشورہ کرنے کے بجائے کسی تجربہ کار آدمی سے مشورہ کرنا چاہیے۔

ختم شد